جنگِ موتہ

جنگ موتہ

سیدہ عابدہ نرجس

جامعہ تعلیماتِ اسلامی پاکستان
پوسٹ بکس ۵۳۲۵ - کراچی - پاکستان

جملہ حقوق دائمی طور پر حق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ---------------------- جنگ موتہ

تالیف ---------------- سیدہ عابدہ نرجس

کمپوزنگ ---------------- عمار پرنٹرز کراچی

طبع اول ---------------------- ۲۰۰۰ء

مطبع ---------------- عمار پرنٹرز کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ
اَجْرًا عَظِيْمًا

اجرِ عظیم کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے

جہاد کرنے والوں کو، بیٹھ رہنے والوں پر،

کہیں فضیلت بخشی ہے۔

(سورۃ نساء - آیت ۹۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جنگِ موتہ

۴

لیلیٰ اور اشتر میں زور دار بحث ہو رہی تھی۔ اشتر زور شور سے کہہ رہا تھا: ”میں تو پائلٹ بنوں گا اور جہاز اڑاؤں گا ”زوں“ کر کے اور تم دیکھتی رہ جاؤ گی“۔

”میں بھی جہاز اڑانا سیکھوں گی اور آپ سے اچھا ہی اڑاؤں گی ”زوں“ کر کے“۔ لیلیٰ نے بڑے جوش سے جہاز اڑانے کا اشارہ کیا۔

اور اس کے بعد تمہاری آنکھ کھل جائے گی اور تم پلنگ سے نیچے گری ہو گی ”دھم“ کر کے“۔ اشتر نے اسے چڑایا۔

"آنکھیں تو آپ کی اس وقت کھلی کی کھلی رہ جائیں گی جب میرا طیارہ آپ کے طیارے سے آگے نکل جائے گا "شوں کر کے" لیلیٰ بولی۔

"چھو یہاں آؤ!" دادی اماں نے پکارا جو بہت دیر سے دونوں کی یہ بحث سن رہی تھیں۔

دونوں ایک دوسرے سے الجھتے ہوئے قریب آئے تو دادی اماں نے پوچھا: "بھئی یہ کیا اڑانے اڑانے کی باتیں ہو رہی ہیں؟"

"دادی اماں! اس لیلیٰ بے چاری کو اڑنے کا بہت شوق ہے، دعا کریں یہ چڑیا بن جائے اور چوں چوں کر کے اڑتی پھرے"۔ اشتر نے جلدی سے پہلے ہی کہہ دیا۔

"اور دعا کریں دادی اماں کہ اشتر بھائی کوا بن جائیں اور کائیں کائیں کر کے اڑتے پھریں، انھیں تو اڑنے کا مجھ سے زیادہ شوق ہے"۔ لیلیٰ بھلا کیوں چپ رہتی۔

"ہمیں کوا بننے کی کیا ضرورت ہے؟ ماشاء اللہ تو پائلٹ بنیں گے"۔ اشتر نے بڑے فخر سے کہا۔

لیلیٰ ابھی اس سے بڑھ کر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ دادی

اماں نے اسے خاموش کروادیا اور بولیں: "بچو! اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہمیں اپنی سب سے بہترین مخلوق یعنی انسان بنایا ہے۔ کوے اور چڑیاں نہیں اور ہمیں ایسی قوتیں اور صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں کہ ہم بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتے ہیں"۔

"دادی اماں! یہ تو بالکل ٹھیک ہے۔ مگر اللہ میاں نے انسان کو پر کیوں نہیں دیے؟" لیلیٰ بولی۔

یہ تو بیٹا وہی بہتر جانتا ہے کہ کس مخلوق کو کیسا بنانا ہے؟ جیسے جانوروں کی چار ٹانگیں ہوتی ہیں، مگر انسان کی دو ٹانگیں ہیں۔ دادی اماں نے کہا اور پھر کچھ سوچ کر بولیں: "لیلیٰ بیٹی! تمہاری اسی بات سے مجھے یاد آرہا ہے کہ تمام انسانوں میں سے ایک انسان ایسا بھی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دو پر عطا کیے ہیں"۔

"ہائے سچ مچ! دادی اماں کیا واقعی؟" لیلیٰ نے خوشی اور حیرت سے کہا۔

دادی اماں! کس کو؟ وہ کون ہے جس کے دو پر ہیں؟" اشتر نے بے صبری سے پوچھا۔

"بچو! ساری دنیا میں سے وہ اکیلے انسان جنہیں اللہ تعالیٰ نے دو پر عطا کئے ہیں وہ مولا علیؑ کے بھائی حضرت جعفر ابن ابی طالبؑ ہیں۔ انھوں نے جنگ موتہ میں شہادت پائی اور شجاعت و بہادری کے ایسے کارنامے دکھائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے انعام میں انہیں دو پر عطا کئے ہیں جن سے وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ اس لئے ان کا لقب "طیار" ہے۔ جس کا مطلب ہے سب سے اونچا اڑنے والا۔

ان کا یہ لقب ان کی شہادت کے بعد مشہور ہوا، جب رسول اللہؐ نے ان کی یہ فضیلت بیان کی۔ اس کے بعد انہیں جعفر ابن ابی طالبؑ کے بجائے "جعفر طیارؑ" کہا جانے لگا اور وہ اسی نام سے مشہور ہوگئے"۔

بچے بہت متاثر ہوئے۔ لیلیٰ نے خوش ہو کر کہا: "دادی اماں! ہمیں تو اس بات کا پتا ہی نہیں تھا کہ کسی انسان کے بھی پر ہوسکتے ہیں"۔

"اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے، وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور وہ کسی کی نیکی یا اچھے کام کا انعام ضرور دیتا ہے اور کئی گنا بڑھ کر عطا کرتا ہے"۔

"دادی اماں! اب ہمیں ان کی اس بہادری کا کارنامہ بھی تو بتایئے نا جس کی وجہ سے حضرت جعفرؓ کو پر عطا کئے گئے"۔ اشتر نے فرمائش کی۔

"جی دادی اماں! سنایئے، ضرور سنایئے"۔ لیلیٰ بھی پاس آکر بیٹھ گئی۔

دادی اماں نے اپنا کام سمیٹ دیا اور گاؤ تکئے سے ٹیک لگا کر اطمینان سے بیٹھتے ہوئے بولیں: "بیٹا! ابھی کچھ روز گزرے میں نے تمہیں "صلح حدیبیہ" کے بارے میں بتایا تھا"۔

"جی دادی اماں!" بچوں نے ہنکارا بھرا۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ اس میں کیا خاص بات تھی؟" دادی اماں نے پوچھا۔

"دادی اماں! صلح حدیبیہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں "فتح مبین" یعنی کھلی ہوئی فتح کہا ہے"۔ اشتر نے بتایا۔

"اور دادی اماں! اسی صلح حدیبیہ کی وجہ سے مکہ فتح ہوا تھا"۔ لیلیٰ بولی۔

شاباش بچو! تاریخ کے واقعات اسی لئے سنائے جاتے ہیں کہ انہیں یاد رکھا جائے اور ان سے سبق حاصل کیا جائے۔ تو

میں تمہیں بتاؤں کہ "صلح حدیبیہ" میں یہ معاہدہ بھی ہوا تھا کہ دس سال تک کوئی جنگ نہیں کی جائے گی جس کی وجہ سے مکہ اور مدینہ میں امن و امان قائم ہو گیا۔

رسول اللہؐ کو اس طرف سے اطمینان ہوا تو انہوں نے بڑے بڑے بادشاہوں کو خطوط روانہ کئے اور انہیں اسلام لانے کی دعوت دی ان بادشاہوں میں روم، مصر، ایران اور حبشہ وغیرہ کے بادشاہ شامل تھے۔ اس زمانے میں ایسے خطوط قاصدوں کے ذریعے بھیجے جاتے تھے یہ خطوط چونکہ بادشاہوں کو بھیجے گئے تھے اس لئے ان کے ساتھ ایک وفد بھی بھیجا جاتا تھا جو بادشاہ سے مل کر ضروری بات چیت بھی کرتا تھا۔ اور بیٹا! رسول اللہؐ نے مدینے میں جو حکومت قائم کی تھی اس میں یہ سفارتی تعلقات قائم کرنے کی کوشش تھی، جس طرح آج کل سفارت خانے وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔

خیر رسول اللہؐ نے ایک خط بصرہ کے شہنشاہ کو لکھا اور اسے حضرت عمیر ازدیؓ اور صحابہ کے وفد کے ساتھ شاہ بصرہ کو بھیج دیا۔ ان دنوں مکہ کے اردگرد رہنے والے قبائل جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے اسلام کی ترقی سے بہت جلتے

تھے، وہ چھوٹی موٹی شرارتیں اور سازشیں کرتے رہتے تھے تاکہ اسلام کو نقصان پہنچائیں۔

"حضرت عمیر ازدیؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خوش خوش جارہے تھے کہ یہ بھی بڑے فخر کی بات تھی کہ رسول اللہؐ نے ان پر اعتماد کیا تھا اور ان کے ہاتھ اپنا پیغام شاہ بصرہ کو بھیجا تھا۔ جب وہ موتہ کے مقام پر پہنچے تو ان کی ملاقات شرجیل بن عمرو سے ہوئی۔ وہ شام کے سرحدی علاقوں میں رہنے والے عیسائی قبیلوں کا سردار تھا۔ یہ علاقے قیصر روم کے ماتحت تھے۔ روم ان دنوں ایک بڑی سلطنت تھی اس لئے یہ قبیلے بڑے مغرور اور خودسر تھے"۔

"مسلمان اپنے لباس اور طور طریقوں سے صاف پہچانے جاتے تھے اس لئے شرجیل بن عمرو بھی عمیرؓ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ کر پہچان گیا کہ وہ مسلمان ہیں۔ وہ قریب آیا اور بڑی خوش اخلاقی سے کہنے لگا: "مجھے تم مسافر معلوم ہوتے ہو۔ تم لوگ کہاں جارہے ہو؟"

عمیر ازدیؓ چونکہ وفد کے سربراہ تھے اس لئے انہوں نے ہی جواب دیا کہ ہم شام کی سرحدوں کی طرف جارہے ہیں۔

شرجیل بولا: "تم چہرے مہرے سے مسلمان لگتے ہو۔ میرا خیال ہے کہ تمہارے رسول محمد ابن عبداللہؐ نے تمہیں ان علاقوں کی طرف قاصد بنا کر بھیجا ہے"۔

عمیرؓ نے بڑے فخر سے جواب دیا: "ہاں! اللہ کا شکر ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور یہ تو ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ ہم اپنے رسولؐ کا پیغام لے کر جا رہے ہیں"۔

"اور تمہاری بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ تم ہمارے ہاتھ آ گئے ہو"۔ شرجیل نے یہ کہہ کر اپنے غلاموں کو اشارہ کیا۔ انہوں نے یکدم دھاوا بول دیا۔ یہ مسلمان بے چارے تعداد میں کم تھے پھر انہیں معلوم بھی نہیں تھا کہ ان پر حملہ ہونے والا ہے اس لئے انہیں ہتھیار نکالنے اور مقابلہ کرنے کا بھی موقع نہیں ملا۔ شرجیل کے غلاموں نے ان پر قابو پالیا، ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور سب کو قتل کر دیا"۔

"ہائے بے چارے! چچ چچ چچ، کتنا ظلم ہوا"۔ لیلیٰ نے افسوس سے کہا۔

"رسول اکرمؐ تک یہ خبر پہنچی تو انہیں بہت افسوس ہوا۔ انہوں نے عمیرؓ اور ان کے ساتھیوں کے لئے مغفرت

کی دعا فرمائی اور مسجد میں عام اعلان کر دیا کہ موتہ والوں نے ہمارے قاصد کو قتل کیا ہے۔ اس کا قصاص لینے کے لئے موتہ کی طرف ایک مہم روانہ کی جائے گی جو مسلمان اس جہاد میں شریک ہونا چاہتے ہیں وہ ہتھیار باندھ کر تیار ہو جائیں۔

تقریباً تین ہزار کے لگ بھگ مسلمان اس مہم میں شریک ہونے کے لئے رسول اللہؐ کی خدمت میں پہنچے۔ ان میں مولا علیؑ کے بھائی حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ بھی تھے۔ اس وقت تک وہ جعفر ابن ابی طالبؓ ہی کہلاتے تھے"۔

"اچھا چو! کیوں نہ پہلے میں تمہیں حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ کے بارے میں ذرا تفصیل سے بتادوں؟ حضرت ابو طالبؓ کے کل چار بیٹے تھے طالبؓ، جعفرؓ، عقیلؓ اور مولا علیؑ۔

"طالبؓ جنگ بدر سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔ جعفرؓ اور عقیلؓ دونوں ہی مولا علیؑ کی طرح بہت بہادر تھے چونکہ حضرت ابو طالبؓ بہت اچھے شاعر اور خطیب تھے اس لئے ان کے تمام بیٹے بہت اچھی گفتگو کرنے والے اور عربی زبان کے ماہر تھے"۔

"حضرت جعفرؓ کی شجاعت کا ثبوت تو جنگ موتہ میں ملا ور ان کی دانش مندی اور فصاحت و بلاغت کا پتا اس بات سے

چلتا ہے کہ رسول اللہؐ نے انہیں خاص طور پر اپنی سفارت کے لئے چنا تھا اور انہیں اس وفد کا سربراہ بنا کر حبشہ بھیجا تھا جس نے حبشہ میں جا کر وہاں کے بادشاہ تک رسول اللہؐ کا پیغام پہنچایا اور اسلام کی حقانیت کو بیان کیا"۔

"اچھا تو بیٹا! یہ تو تمہیں معلوم ہے نا کہ جب رسول اللہؐ نے اعلان رسالت کیا تو مکہ والے ان کے سخت مخالف ہو گئے تھے۔ رسول اللہؐ کے چچا حضرت ابو طالبؓ کی مکہ میں بہت عزت اور عظمت تھی۔ ان کی وجہ سے مکہ والے رسول اکرمؐ کو تو کچھ کہہ نہیں سکتے تھے لیکن دوسرے غریب لوگ جو مسلمان ہو جاتے تھے، کسی کو مارتے، کسی کو گرم ریت پر ننگے بدن لٹا دیتے، کسی کے سینے پر پتھر رکھ دیتے، بس جو بھی ان کے ہتھے چڑھ جاتا وہ اسے چھوڑتے نہیں تھے"۔

"جب رسول اللہؐ نے مسلمان ہو جانے والے غریب لوگوں پر یہ ظلم ہوتا ہوا دیکھا تو انہوں نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ مکہ چھوڑ کر حبشہ چلے جائیں تاکہ مکہ والوں کے ظلم سے بچ سکیں۔ پھر رسول اللہؐ یہ بھی چاہتے تھے کہ مکہ کے علاوہ کوئی ایسی جگہ مل جائے جہاں وہ لوگ پناہ لے سکیں جن

کا مکہ والوں نے جینا حرام کر رکھا تھا اس طرح اسلام دوسرے علاقوں میں بھی پہنچ جائے گا"۔

"پہلے رسول اللہؐ کے حکم پر گیارہ مرد اور تین عورتیں جن میں حضرت عثمانؓ ان کی زوجہ، ابوسلمہ اور عبداللہ ابن مسعودؓ شامل تھے، حبشہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مکے کے کافر بھی اتنے بے خبر نہیں تھے انہیں جو پتا چلا کہ مسلمان حبشہ جارہے ہیں تو وہ انہیں پکڑنے کیلئے دوڑے مگر یہ لوگ جلدی سے ایک بڑی کشتی میں بیٹھ گئے اور تیزی سے دور نکل گئے۔ کافر ہاتھ ملتے رہ گئے۔ پہلی ہجرت حبشہ اسی کو کہتے ہیں"۔

"پھر دادی اماں! یہ لوگ حبشہ میں کتنے دن رہے؟" اشتر نے سوال کیا۔

"بیٹا! یہ لوگ تقریباً دو ماہ حبشہ میں رہے۔ اس کے بعد مکہ میں ان کے رشتہ داروں نے انہیں واپس بلالیا اور اپنی امان میں لے لیا"۔

"امان میں لینے کا کیا مطلب؟" لیلیٰ نے پوچھا۔

"لیلیٰ بیٹی! عرب والوں کا یہ طریقہ تھا کہ اگر کسی آدمی کو کسی سے جان کا خطرہ ہوتا تھا تو وہ کسی ایسے آدمی کی پناہ

میں چلا جاتا تھا جس کا اثر و رسوخ زیادہ ہوتا تھا۔ اب اس شخص کا فرض بن جاتا کہ وہ اپنی پناہ میں آنے والے کو دشمنوں سے بچائے اور جب دشمن دیکھتے تھے کہ اب وہ اس آدمی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو تھک ہار کر خاموش ہو جاتے تھے۔ اسی کو امان میں لینا کہتے ہیں"۔

"ہاں تو یہ مسلمان دو ماہ کے بعد حبشہ سے واپس آگئے۔ ان کی وہاں کے بادشاہ سے ملاقات نہیں ہو سکی تھی لیکن کسی نے ان سے برا سلوک نہیں کیا تھا۔ رسول اکرمؐ نے ان سے حبشہ کے حالات سنے تو انہیں اندازہ ہو گیا کہ حبشہ والے اچھے لوگ ہیں۔ اگر ضرورت پڑی اور مکہ والوں نے مسلمانوں کو زیادہ پریشان کیا تو وہ حبشہ جا کر پناہ لے سکتے ہیں، جب وہ وہاں رہیں گے تو وہاں کے باشندے ان کی اچھی عادتیں دیکھ کر متاثر ہوں گے اور انہیں دین کی تبلیغ کا موقع ملے گا"۔

"دادی اماں! حبشہ کے بادشاہ کا نام نجاشی تھا نا"۔ اشتر بولا۔

"اشتر بیٹا! "نجاشی" نام نہیں لقب ہے۔ جیسے ایران کے بادشاہوں کو "کسریٰ"، روم والوں کو "قیصر"، مصر والوں کو "فرعون" اور بصرہ والوں کو "مقوقس" کہا جاتا تھا، اسی طرح

حبشہ کے بادشاہوں کو "نجاشی" کہتے تھے۔ نجاشی کا اصل نام "اصحم بن الجبر" تھا۔ وہ رسول اللہؐ پر ایمان لے آیا تھا۔ اس کا انتقال ۹ ھ میں ہوا۔ یہ نجاشی اول کہلاتا ہے"۔

"اس کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوا مگر وہ ایمان نہیں لایا۔ جب رسول اللہؐ نے اسے خط بھیجا تو اس نے رسول اللہؐ کے مکتوب مبارک کو پھاڑ دیا"۔

"بہت برا آدمی تھا، یہ دوسرا نجاشی، گندا نہ ہو تو کہیں کا"۔ لیلیٰ ناراض ہوئی۔

"گندا تھا یا کچھ، اس نے تو اپنا ہی نقصان کیا اور کفر کی موت مرا اور جہنم اس کا ٹھکانہ ہوا۔ ہاں تو میں تمہیں بتا رہی تھی کہ نجاشی اول کے زمانے میں رسول اکرمؐ نے بہتر آدمیوں کا ایک قافلہ حبشہ کی طرف روانہ کیا۔ حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ کو اس کا سربراہ مقرر کیا۔ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلے سفیر تھے جو کسی دوسرے ملک کی طرف خیر سگالی کا پیغام لے کر گئے"۔

"اور بیٹا! اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ رسول اللہؐ کو حضرت جعفرؓ پر کتنا اعتماد تھا اور وہ ان کی صلاحیتوں سے کتنے

واقف تھے کیونکہ سفیر ہمیشہ اس شخص کو بنایا جاتا ہے جس پر اعتماد کیا جاسکے۔ جس پر یہ بھروسہ ہو کہ وہ اپنے مقصد کو صحیح انداز میں بیان کرسکے گا، اپنی قوم کی نمائندگی کا حق ادا کرے گا، دوسرے ملک والوں کو متاثر کرے گا اور کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائے گا جو اس کی قوم کیلئے نقصان کا باعث ہو"۔

"اسے دوسری ہجرت حبشہ کہا جاتا ہے۔ تو بچو! جب ان لوگوں کو خود حضور اکرمؐ نے روانہ کیا تو مکہ والوں کو فکر ہوئی کہ کہیں مسلمان حبشہ میں جاکر اپنے دین کی تبلیغ نہ شروع کردیں۔ اگر انہیں وہاں رہنے کا ٹھکانہ مل گیا تو پھر مسلمان حبشہ کا رخ کریں گے اور ان کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔

اس لئے انہوں نے عمر بن عاص، عبداللہ ابن ربیعہ اور عمارہ ابن ولید کا ایک وفد بنایا، انہیں بہت سارے تحفے اور نذرانے دیئے اور انہیں بھی حبشہ بھیج دیا تاکہ وہ بادشاہ کی خدمت میں تحفے تحائف پیش کرکے اسے متاثر کریں اور مسلمانوں کو حبشہ سے نکلوادیں"۔

"اس وفد کے جانے کی خبر بھی ہر طرف پھیل گئی بلکہ مکہ والے خود ہی اس کا چرچا کرنے لگے تاکہ مسلمانوں کے

دل میں خوف پیدا ہو۔ رسول اللہؐ کے چچا حضرت ابو طالبؓ کو
بھی بہت فکر ہوئی کہ کہیں یہ لوگ واقعی بادشاہ کو تحفے اور
نذرانے دے کر مسلمانوں کے خلاف نہ کردیں اس لئے
انہوں نے ایک قاصد کو تیار کیا اور ایک خط میں نجاشی کو کچھ
اشعار لکھ کر بھیجے"۔

"دادی اماں! وہ اشعار آپ کو یاد ہیں؟" لیلیٰ نے کہا۔

"بیٹا! وہ اشعار تو عربی میں ہیں۔ ہاں میں تمہیں ان کا
ترجمہ سناتی ہوں تاکہ تمہیں پتا چل جائے کہ حضرت
ابو طالبؓ نے نجاشی کو کیا لکھا تھا۔ ٹھہرو میں ذرا اسے کتاب
میں ڈھونڈلوں"۔ دادی اماں نے عینک لگائی اور کتاب کے
صفحات الٹنے لگیں۔

"یہ رہا"۔ انہوں نے صفحہ تلاش کر کے کہا۔ بچو!
حضرت ابو طالبؓ نے نجاشی کو لکھا: "اے نجاشی تو نیک اور
بہت اچھا ہے، اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتنا کرم کیا اور تیرے پاس
کتنی نعمتیں ہیں"۔

"ہمارے یہاں سے کچھ بدبخت اور بدمعاش لوگ تمہاری
طرف آرہے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں بدظن کردیں اور تو

ہمارے لوگوں کا مخالف ہو جائے۔ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ ہمارا بھتیجا محمدؐ بھی حضرت عیسیٰؑ کی طرح نبی ہے۔ اس کا ذکر تم نے اپنی آسمانی کتابوں میں بھی پڑھا ہوگا کہ یہ کوئی فرضی قصہ نہیں بلکہ بالکل سچ ہے۔ میرے بھتیجے محمدؐ کی طرف سے جو لوگ بھی تمہارے پاس آئیں، ان کا خیال رکھنا"۔

"بیٹا! حضرت ابوطالبؓ کی مکے اور عرب میں بہت عزت تھی۔ لوگ ان کا احترام کرتے تھے۔ انہیں سیدالعرب، اور شیخ البطحا جیسے القاب سے پکارا جاتا تھا۔ انہوں نے نجاشی کو جو یہ خط لکھا ہے اس سے بھی پتا چلتا ہے کہ انہیں مکہ اور عرب سے باہر بھی لوگ جانتے تھے اور ان کی عزت کرتے تھے۔ بادشاہوں کو اس طرح کے خط عام لوگ نہیں لکھتے بلکہ وہ لکھتے ہیں جو ان کے برابر مرتبہ رکھتے ہیں"۔

"خیر حضرت ابوطالبؓ کا قاصد بہت تیزی سے سفر کرتا ہوا نجاشی کے دربار میں پہنچ گیا۔ ادھر قریش کا وفد اپنی چالاکی اور ہوشیاری سے کام لے کر پورے انتظامات کے بعد اس کے دربار میں جانا چاہتا تھا۔ انہوں نے کیا کیا کہ سب سے پہلے نجاشی کے دربار کے بڑے پادری سے اس کے گھر

پر جا کر ملے، اسے تحفے وغیرہ دیئے اور اس سے کہنے لگے کہ ہمارے علاقے میں ایک شخص ایسا پیدا ہوا ہے جو خود کو نبی کہتا ہے اور ہمارے باپ دادا کے دین کو جھٹلاتا ہے، وہ عیسائیوں کا بھی مخالف ہے اور تمہارے مذہب کو بھی نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ اب اس نے کچھ لوگوں کو تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ وہ یہاں رہ کر تمہارے لوگوں کو گمراہ کریں۔ کل ہم نجاشی کے دربار میں ان کے خلاف درخواست دیں گے تاکہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کردیا جائے، اس وقت آپ ہماری حمایت کریں"۔

"پادری ان کی باتوں میں آگیا اور اس نے وعدہ کرلیا کہ وہ دربار میں ان کی مدد کرے گا۔ اس کے بعد وہ دربار کے دوسرے عہدے داروں سے ملے، انھیں بھی تحفے دیئے اور اسی طرح ورغلایا۔ انھوں نے بھی وعدہ کرلیا کہ وہ دربار میں ان کی سفارش کریں گے"۔

"اس طرف سے اطمینان کرلینے کے بعد یہ لوگ دربار میں گئے۔ نجاشی کو تحفے اور نذرانے دیئے۔ بیٹا! ان کافروں کے وفد میں سب سے بہت ہوشیار اور چالاک آدمی

تھے، قریش نے چن کر ایسے آدمی بھیجے تھے جو نجاشی کو مسلمانوں کے خلاف خوب بھڑکا دیں تاکہ وہ آئندہ مسلمانوں کو اپنے ملک میں نہ آنے دے اور جو مسلمان وہاں ہیں انہیں بھی قریش کے حوالے کرنے پر تیار ہو جائے"۔

"ان میں عمر بن العاص تھا جو اپنی چالاکی اور سیاسی چالوں کی وجہ سے مشہور تھا۔ عبداللہ ابن ربیعہ بھی بڑا مدبر تھا اور عمارہ ابن ولید شاعر تھا اور بہت اچھی گفتگو کرنے والا تھا۔ ان سب نے اسلام اور رسول اللہؐ کے خلاف خوب باتیں بنائیں اور نجاشی سے کہا کہ یہاں پناہ لینے والے مسلمانوں کو ان کے حوالے کیا جائے اور آئندہ مسلمانوں کو حبشہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے"۔

"دادی اماں! حضرت جعفرؓ بھی نجاشی سے ملے تھے یا نہیں؟" بچوں نے پوچھا۔

"بیٹا! یہ قریش والے تو تین آدمی تھے، اپنے ساتھ تحفے تحائف لائے تھے، درباریوں کو انہوں نے دے دلا کر بہت جلدی نجاشی سے ملنے کی اجازت حاصل کر لی تھی اور حضرت جعفرؓ کے ساتھ تو بہتر آدمی تھے، انہیں ان کے ٹھہرانے کا

بندوبست بھی کرتا تھا۔ انھوں نے درباریوں کو کوئی رشوت بھی نہیں دی تھی۔ اور بیٹا! بادشاہوں کے دربار میں کوئی یونہی تو نہیں جاسکتا تھا کہ دروازہ کھولا اور اندر چلے گئے۔ جس طرح آج کل وزیروں اور امیروں سے ملنے کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے اسی طرح بادشاہوں سے ملنے کے لئے پہلے اجازت لینی پڑتی تھی یا درباریوں کو رشوت دی جاتی تو وہ جلد ملنے کا انتظام کردیتے تھے"۔

"حضرت جعفرؓ نے خود تو ابھی تک ایسی کوشش نہیں کی تھی، اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کا انتظام کردیا۔ جب نجاشی نے قریشیوں کی باتیں سنیں تو اس نے کہا کہ تم نے مسلمانوں کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ میں نے سن لیا ہے۔ اب میں ان کو بلاتا ہوں تاکہ پتا چلے کہ وہ کیا کہتے ہیں"۔

"دادی اماں، دادی ماں! اسے حضرت ابوطالبؓ نے خط بھی تو لکھا تھا، وہ بھی تو اسے ملا ہوگا؟" لیلیٰ نے یاد دلایا۔

"شاباش میری بیٹی نے کیسا یاد رکھا ہے"۔ دادی اماں نے شاباش دی۔

"دادی اماں! ابھی تو آپ نے بتایا ہے، پھر اس میں یاد

رکھنے کی کونسی بات ہے"۔ اشتر نے فوراً کہا۔

"دادی اماں! جلنے کی بو آرہی ہے"۔ لیلیٰ نے شرارت سے آنکھیں گھما کر ناک پر ہاتھ رکھا۔

"بڑی شریر ہو تم لیلیٰ بیٹی!" دادی اماں ہنسیں۔ "یہاں سے کوئی جلنے کی بو نہیں آرہی، جلنے کی بو تو ابھی تم دیکھو گی کہ نجاشی کے دربار میں آئے گی"۔

"ہاں! تو نجاشی نے حضرت ابو طالبؑ کے خط کا ذکر تو نہیں کیا لیکن اس نے مسلمانوں کے نمائندے کو دربار میں بلا کر صفائی پیش کرنے کا موقع دیا، اس سے پتا چلتا ہے کہ اسے وہ خط بھی مل چکا تھا، اس لئے اس نے انصاف سے کام لیا۔

حضرت جعفر ابن ابی طالبؑ چونکہ وفد کے سربراہ تھے اس لئے وہ دربار میں پیش ہوئے اور انہوں نے اس دور کے طریقے کے مطابق بادشاہ کو سجدہ نہیں کیا بلکہ اسلامی طریقے سے سلام کیا"۔

نجاشی نے کہا: "ہم نے سنا ہے کہ تمہارے نبی محمدؐ بن عبداللہ نے کوئی نیا دین ایجاد کیا ہے، وہ بت پرستوں کی مخالفت کرتا اور عیسائیوں کو بھی برا بھلا کہتا ہے"۔

"حضرت ۔" نے بادشاہ اور تمام درباریوں کے سامنے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں انہوں نے پہلے تو عرب معاشرے کی وہ برائیاں بیان کیں جو ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں، اس کے بعد انہوں نے اسلام کی خوبیاں بتائیں کہ کس طرح اس دین نے اپنے ماننے والوں کو ان برائیوں سے دور کردیا ہے اور لوگوں کو نیکی کا راستہ دکھایا ہے۔ پھر رسول مقبولؐ کی تعریف کی اور بتایا کہ سب مکہ والے ان کے اچھے کردار سے واقف ہیں اور پھر فرمایا: "ہم رسول اللہؐ پر ایمان لائے ہیں، ہم نے شرک اور بت پرستی کو چھوڑ دیا ہے اور تمام برے اعمال سے باز آگئے ہیں، اسی بات پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن بن گئی ہے اور ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم پہلے کی طرح پھر گمراہ ہو جائیں"۔

"بچو! حضرت جعفرؓ نے اتنے اچھے لفظوں اور اتنے اچھے انداز سے یہ سب کچھ بیان کیا کہ نجاشی اور اس کے دربار والے بہت متاثر ہوئے۔ قریش والوں نے نجاشی سے یہ بھی کہا تھا کہ مسلمان عیسائیوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے۔ اس لئے نجاشی نے کہا:

"آپ نے اسلام کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے ان برائیوں سے تو حضرت عیسیٰؑ نے بھی روکا ہے اب آپ یہ بتائیں کہ آپ کے پیغمبرؐ ہمارے نبی حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟"

حضرت جعفرؓ نے فرمایا: "ہمارا مذہب اللہ تعالیٰ کے تمام سچے پیغمبروں پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے اور حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں جو کچھ فرمایا ہے وہ میں آپ کو سناتا ہوں اور اس پر ہمارا ایمان ہے"۔

اس کے بعد انہوں نے سورۂ مریمؑ کی تلاوت شروع کر دی۔

"بیٹا! حضرت جعفرؓ کا لہجہ اتنا خوبصورت تھا اور ان کی آواز میں اتنا سوز اور تاثیر تھی کہ نجاشی کے سارے دربار میں سناٹا چھا گیا۔ نجاشی اور اس کے دربار والوں پر اتنا اثر ہوا کہ ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ نجاشی نے فیصلہ دے دیا کہ مسلمانوں کو قریش کے حوالے نہیں کیا جائے گا وہ جب تک چاہیں یہاں رہیں۔ قریش والوں کے نذرانے واپس کر دیئے جائیں اور انہیں حبشہ سے نکل جانے کا حکم دیا جاتا ہے"۔

"اور خبردار! جو دربار میں جلنے کی بو آئی، جس کو جلنا ہے وہ واپس مکے میں جاکر جلے"۔ لیلیٰ نے دادی اماں کی بات مکمل کی تو اشتر کو بھی ہنسی آگئی۔

دادی اماں بھی مسکرائیں۔ تو لیلیٰ بیٹی! قریش جلنے کی بو پھیلاتے، شرمندہ ہو کر ناکام واپس آئے کیونکہ انہیں پتا چل چکا تھا کہ اب تو حضرت جعفرؓ یہیں رہیں گے، ان کی زبان میں بڑی تاثیر ہے، وہ اسلام کو یہاں خوب پھیلائیں گے۔

"اچھا تو دادی اماں! پھر حضرت جعفرؓ وہیں رہنے لگے؟" اشتر نے پوچھا۔

"جی بیٹا! پھر حضرت جعفرؓ وہیں رہے اور دین اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب رسول اللہؐ نے مختلف بادشاہوں کو خطوط لکھے تو نجاشی کو بھی اپنے مکتوب مبارک میں اسلام لانے کی دعوت دی۔ نجاشی نے اس خط کو آنکھوں سے لگایا اور احتراماً تخت سے نیچے اتر آیا۔ بعد میں اس نے پیغمبر اکرمؐ کے مکتوب مبارک کو ہاتھی دانت کی خوبصورت ڈبیہ میں رکھا۔ اس نے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور وعدہ کیا کہ وہ مدینے میں رسول اللہؐ کی

خدمت میں حاضری بھی دے گا۔ اس خط کے جواب میں اس نے رسول اللہؐ کی خدمت میں تحفے بھی روانہ کیے جن میں خوشبو، گھوڑے اور قیمتی کپڑے تھے اور حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ انھیں لے کر مدینہ آئے"۔

"وہ فتح خیبر کے موقع پر مدینہ پہنچے تھے۔ فوراً ہی رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، رسول اللہؐ نے انھیں گلے لگایا اور خوش ہو کر فرمانے لگے: "آج تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دو خوشیاں عطا کی ہیں، ایک فتح خیبر اور دوسری ہمارے بھائی جعفرؓ کی آمد"۔

"اس کا مطلب ہے دادی اماں کہ رسول اللہؐ حضرت جعفرؓ سے بہت محبت کرتے تھے"۔ اشتر نے کہا۔

"جی بیٹا! جو لوگ بھی اسلام کے لیے کام کرتے تھے اور اچھا کردار رکھتے تھے، رسول اللہؐ ان سے محبت کرتے تھے۔ پھر حضرت جعفرؓ تو ان کے بہت عزیز چچا اور سرپرست حضرت ابوطالبؓ کے بیٹے تھے۔ ان سے تو رسول اللہؐ کو بہت لگاؤ تھا"۔

"یہ ۷ھ کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد حضرت جعفرؓ مدینے میں ہی رہے ہیں اور جب جمادی الاول ۸ھ میں

اسلامی لشکر موتہ کی طرف روانہ ہوا تو حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ کو پرچم دیا گیا"۔

"رسول اللہؐ نے اس لشکر کے تین سردار مقرر کئے تھے۔ زید بن حارثہؓ، جعفر ابن ابی طالبؓ اور عبداللہ ابن رواحہؓ۔ اور فرمایا تھا کہ یہ تینوں باری باری لشکر کی قیادت کریں گے۔ اگر یہ تینوں نہ رہے تو پھر تم جس کو چاہو امیر بنا لینا"۔

"ہمیشہ کی طرح رسول اللہؐ نے لشکر کو ہدایات دیں کہ پہلے انہیں اسلام لانے کی دعوت دینا، اگر معاملات بات چیت اور امن و امان سے طے ہو جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ اللہ کی راہ میں ثابت قدم رہنا، وہ تمہاری مدد کرے گا"۔

"لشکر روانہ ہوا۔ خود رسول اکرمؐ انہیں "ثنیۃ الوداع" تک چھوڑنے کے لئے ساتھ تشریف لے گئے۔ لشکر جہاد کے جوش میں آگے بڑھتا جا رہا تھا کہ موتہ کی طرف سے آنے والوں نے بتایا کہ شرجیل بن عمرو کو اسلامی لشکر کے آنے کی خبر ہو گئی ہے اور اس نے قیصر روم سے امداد طلب کر لی ہے اور ایک لاکھ کے لشکر کے ساتھ مقابلے کے لئے تیار بیٹھا ہے"۔

"ایک لاکھ"۔ لیلیٰ نے حیرت سے کہا۔ "اور دادی اماں! مسلمانوں کا لشکر تو صرف تین ہزار کا تھا"۔

"جب ہی تو بیٹی! جب مسلمانوں نے یہ بات سنی تو وہ پریشان ہو گئے۔ کچھ نے کہا کہ رسول اللہؐ کو اسکی اطلاع کرنی چاہئے۔ پھر جو وہ حکم فرمائیں گے اسی کے مطابق عمل کیا جائے۔ لیکن سرداروں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے ہمیں یہاں جہاد کیلئے بھیجا ہے ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ پہلی لڑائیوں میں بھی ہمیشہ مسلمانوں کی تعداد کم ہی ہوتی تھی، ان کے پاس کبھی پورے ہتھیار نہیں ہوتے، وہ تو اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر جنگ کرتے ہیں، اگر کامیاب ہو جائیں تو اللہ کا کرم ہے اور اگر شہید ہو جائیں تو اس سے بڑا کوئی درجہ ہی نہیں"۔

"واہ واہ! کتنے بہادر لوگ تھے وہ سب"۔ اشتر نے داد دی۔

"جناب آپ نے علامہ اقبالؔ کا یہ شعر نہیں سنا:

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

لیلیٰ نے یاد دلایا"۔

"بہت خوب یاد دلایا تم نے بیٹی! مومن تو واقعی اللہ

کے بھروسے پر لڑتا ہے۔ یہ لشکر بھی اللہ کے بھروسے پر موتہ کی طرف بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ بلقاء کے گاؤں میں پہنچ گئے جس کو "شرف" بھی کہا جاتا تھا۔ اس سے کچھ ہی فاصلے پر موتہ کا علاقہ تھا۔ دور سے رومی فوجیں چاروں طرف پھیلی ہوئی نظر آرہی تھیں"۔

"مسلمانوں کے لشکر میں جو کمزور دل تھے وہ تو سخت گھبرائے اور پریشان ہوئے لیکن لشکر کے تینوں سردار رسول اللہؐ کے چنے ہوئے مجاہد تھے، ان کے حوصلے بہت بلند تھے، انہوں نے باقی لشکر کے حوصلے بھی بڑھائے۔ چونکہ سردار لڑنے پر تیار تھے اس لئے لشکر بھی ان کے ساتھ ہوگیا اور جنگ شروع ہوئی"۔

"زید ابن حارثہؓ نے پرچم اٹھایا اور بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے آگے بڑھے۔ دوسری طرف شامیوں کی مدد رومی سپاہی کر رہے تھے جو تعداد میں بہت زیادہ تھے، ان کے پاس ہتھیار بھی اچھے تھے۔ زید! نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن کہاں تک۔ آخر زخموں سے چور چور ہوگئے اور سنبھل نہ سکے"۔

"حضرت جعفرؓ جو دوسری طرف لڑ رہے تھے انہوں

نے پرچم کو گرتے دیکھا تو دشمن کے ہجوم کو ہٹاتے ان کی صفیں چیرتے بڑی تیزی سے حضرت زیدؓ تک پہنچے اور ان کے ہاتھ سے پرچم لے لیا"۔

"اور دادی اماں! حضرت زیدؓ شہید ہوگئے؟" لیلیٰ نے پوچھا۔

"جی بیٹا! جب تک ان میں ہمت رہی وہ لڑتے رہے اور انہوں نے اسلام کے پرچم کو گرنے نہیں دیا۔ جب حضرت جعفرؓ نے پرچم تھام کر بلند کر دیا تو انہیں اطمینان ہو گیا اور آخر کار شہید ہوگئے"۔

"جیسے ہی پرچم بلند ہوا تو دشمن ہوشیار ہوگئے، انہوں نے مل کر یلغار کی۔ حضرت جعفرؓ آخر مولا علیؑ کے بھائی تھے، شجاعت میں ان کے جیسے بھی کم ہی تھے، انہوں نے چاروں طرف وار پہ وار کیے اور پل بھر میں رومیوں اور شامیوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ دشمنوں کو بھی اندازہ ہوگیا کہ اس بہادر کی تلوار کی کاٹ نرالی ہے، جس طرف بڑھتی ہے سامنے آنے والے کو بچ کر نہیں جانے دیتی، تو انہوں نے ایکا کر لیا، سب نے اپنی تلواروں کے ساتھ تلواریں ملائیں اور

حضرت جعفرؓ کے گرد گھیرا ڈال لیا اور ہر طرف سے ان پر وار کرنے لگے۔ وہ بہادر تو بہت تھے مگر کس کس کا حملہ روکتے؟ باقی فوج کے حوصلے کچھ زیادہ بلند نہیں تھے اس لئے ان میں سے زیادہ لوگ حضرت جعفرؓ کی مدد کو آگے نہیں بڑھے، نہ ہی انہیں اس طرح مل کر حملہ کرنے کی ہمت ہوئی جس طرح رومیوں اور شامیوں نے کیا تھا"۔

"حضرت جعفرؓ نے بڑی دیر تک ان کا مقابلہ کیا مگر کب تک، آخر زخموں سے چور چور ہو گئے تو ان کے لئے گھوڑے پر سنبھلنا مشکل ہو گیا، وہ چھلانگ لگا کر گھوڑے سے اترے اور ایک ہی وار سے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں، یعنی اس کے چاروں پاؤں"۔

"وہ کیوں دادی اماں! گھوڑے کے پاؤں کیوں کاٹ دیئے؟" لیلیٰ نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"بیٹا! جب انہوں نے گھوڑے کی کونچیں کاٹیں تو اس کے ساتھ ہی انہوں نے بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ ایک رجز پڑھا، تم یہ رجز سنو تو تمہیں پتا چل جائے گا کہ انہوں نے گھوڑے کے سُم کیوں کاٹ دیئے تھے؟"

حضرت [illegible] نے بڑے جوش سے اس [illegible]ح [illegible] کہ ان کی آواز سارے میدان میں گونجنے لگی، انھوں نے کہا: ”میں نہیں چاہتا کہ کوئی میرے گھوڑے کو دیکھ کر ایک لمحے کے لئے بھی یہ خیال دل میں لائے کہ میں نے جنگ سے فرار کی راہ اختیار کی تھی، اس لئے میں نے اپنے گھوڑے کے سُم کاٹ کر اس کو بھی میدان جنگ سے باہر جانے سے روک دیا ہے۔ ہم ہاشمی تو ایسے جواں مرد ہیں کہ ہم نے پشت پر کبھی زخم کھایا ہی نہیں“۔

”اچھا! تو ان کا یہ مقصد تھا کہ گھوڑا بھی میدان جنگ سے نہ بھاگ سکے“۔ اشتر بولا۔

”بچو! حضرت جعفرؓ وہ پہلے مسلمان ہیں جنھوں نے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹی تھیں، تو جب وہ گھوڑے سے بھی نیچے اتر آئے تو دشمنوں نے حملہ اور زیادہ سخت کر دیا، ان میں سے تو بہت سے لوگ گھوڑوں پر ہی سوار تھے، ان کے لئے وار کرنا اور زیادہ آسان تھا۔ مگر واہ! حضرت جعفرؓ کی شجاعت اور جواں مردی کہ ان کا مقابلہ بھی کر رہے تھے اور پرچم کو بھی سنبھالے ہوئے تھے“۔

"کسی دشمن نے ان کے اس بازو پر وار کیا جس میں انہوں نے پرچم تھام رکھا تھا، وار کاری پڑا اور حضرت جعفرؓ کا بازو کٹ کر علیحدہ ہوگیا، انہوں نے بازو کی بالکل پروا نہیں کی اور جلدی سے پرچم دوسرے ہاتھ میں لے لیا، مگر اب وہ تلوار چلانے کے قابل نہیں رہے تھے، ایک ہی بازو سے پرچم سنبھالتے کہ تلوار اٹھاتے اور پھر وہ اس خیال میں چاروں طرف دیکھ بھی رہے تھے کہ کوئی مسلمان نظر آئے تو وہ پرچم اس کے حوالے کردیں۔ پھر جو ان پر گزرے سو گزرے، انہیں اپنے زخموں کی تو بالکل پروا نہیں تھی، فکر تھی تو صرف اسلام کے پرچم کی، وہ پھر بھی مقابلہ کرتے رہے اور اپنی جنگی مہارت اور پھرتی سے ان کے وار خالی دیتے رہے، مگر کب تک؟"

"پھر کسی کی تلوار پڑی اور ان کا دوسرا بازو بھی کٹ کر گر گیا۔ حضرت جعفرؓ نے پرچم کو نہیں گرنے دیا اور اسے سنبھالتے سنبھالتے زمین پر بیٹھ گئے اور پرچم کو اپنے سینے کے سہارے کھڑا کردیا۔ اسے جھکنے نہیں دیا۔ پھر تو دشمن ان پر بری طرح سے ٹوٹ پڑے"۔

"حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ جو خود بھی جنگ میں مصروف تھے، جب انہوں نے دیکھا کہ پرچم لرز رہا ہے، کبھی دائیں جھکتا ہے کبھی بائیں، تو وہ اس طرف لپکے، اپنے ساتھیوں کی مدد سے انہوں نے دشمنوں کو پیچھے دھکیلا اور دوڑ کر پرچم حضرت جعفرؓ سے لے لیا، جو زخموں سے چور چور تھے اور زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے نڈھال ہو چکے تھے لیکن اسلام کے پرچم کو سرنگوں ہونے سے بچانے کے لئے زندہ تھے، انہوں نے جب یہ اطمینان کر لیا کہ پرچم اسلام حضرت عبداللہؓ کے ہاتھوں میں پہنچ کر پھر بلند ہو چکا ہے تو ان کی روح پرواز کر گئی اور انہیں شہادت کا بلند مرتبہ حاصل ہوا"۔

"دادی اماں! حضرت عباسؓ کی طرح حضرت جعفرؓ کے بازو بھی کاٹے گئے"۔ اشتر نے افسردگی سے کہا۔

"ہاں بیٹا! تم نے خوب یاد دلایا۔ اس بات سے کیسی دل پر چوٹ سی پڑتی ہے، دونوں چچا اور بھتیجے نے پرچم دار ہونے کا حق ادا کر دیا۔ حضرت عباسؓ نے بھی اپنے بازو دے دیئے اور حضرت جعفرؓ نے بھی اسی طرح پرچم کی حفاظت کی کیونکہ پرچم دار کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ پرچم کی حفاظت

کرے، اسی لئے پرچم سب سے زیادہ بہادر مجاہد کو دیا جاتا ہے تاکہ وہ پرچم کو سرنگوں نہ ہونے دے کیونکہ پرچم کے گر جانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ فوج ہار گئی ہے"۔

"اسی لئے جنگ موتہ میں مجاہدوں کی یہی کوشش تھی کہ جان جاتی ہے تو جائے لیکن اسلام کا پرچم سرنگوں نہ ہونے پائے۔ تو بیٹا! اس کے بعد عبداللہ ابن رواحہؓ نے پرچم کو بلند کردیا اور بڑی بہادری سے لڑنے لگے۔ دشمن تھا کہ ہر طرف سے یلغار کرتا چلا جارہا تھا"۔

"مسلمانوں کی ہمتیں جواب دینے لگی تھیں۔ دشمنوں کی زیادہ تعداد دیکھ کر ان کے حوصلے ٹوٹنے لگے تھے جس کی وجہ سے عبداللہ ابن رواحہؓ کی مدد کرنے کے بجائے وہ اپنی جان بچانے کی فکر کرنے لگے۔ عبداللہؓ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ دشمن کا کہاں تک مقابلہ کرتے؟ آخر وہ بھی شہید ہوگئے"۔

"اور دادی اماں! پرچم؟" اشتر بولا۔

"بیٹا! پرچم تو جھکنا ہی تھا، جب پرچم اٹھانے والا ہی نہ رہا اور باقی مسلمانوں میں بھی جان دینے کا حوصلہ نہیں تھا تو پرچم

کو بلند کون کرتا؟ جیسے ہی حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ شہید ہوئے تو فوج کی ہمتیں بالکل ہی چھوٹ گئیں۔ خالد بن ولید نے پرچم اٹھالیا اور پیچھے ہٹنے لگے اور آہستہ آہستہ محفوظ مقام پر چلے گئے۔ دوسرے مسلمان بھی اپنی اپنی جانیں لے کر میدان جنگ سے بھاگ آئے۔ موتہ والوں نے جب دیکھا کہ مسلمان خود ہی پیچھے ہٹ رہے ہیں تو کچھ دیر تک ان کا پیچھا کیا اور اپنی فتح کی خوشی منانے لگے"۔

"اوہو یہ تو بہت برا ہوا"۔ لیلیٰ بولی۔

"ہاں بیٹا! میدان جہاد سے بھاگنا واقعی بہت بری بات ہے۔ اب خالد بن ولیدؓ دل میں گھبرائے کہ رسول اللہؐ کا سامنا کس طرح سے کریں؟ اس لئے وہ خود تو باقی ماندہ فوج کے ساتھ آرام سے سفر کرتے مدینے کی طرف روانہ ہوئے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کو آگے بھیجا تاکہ وہ تیز رفتاری سے جلد مدینے میں پہنچ جائیں اور رسول اللہؐ کو یہ بری خبر سنائیں"۔

"عبدالرحمٰن بن سمرہؓ بہت پریشان اور شرمندہ ہو کر مدینے میں داخل ہوئے اور دل ہی دل میں سوچنے لگے کہ

رسول اللہؐ کو یہ خبر کس طرح سنائیں؟ وہ سب سے پہلے مسجد نبوی میں پہنچے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مسجد میں کہرام مچا ہوا ہے، رسول اللہؐ جنگ کا حال بیان کر رہے ہیں اور لوگ حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہؓ کا نام لے لے کر ان کی بہادری اور جاں نثاری کی تعریف کر رہے ہیں اور اس شکست پر افسوس کا اظہار کر رہے ہیں"۔

"عبدالرحمٰنؓ حیران ہو کر وہیں دروازے میں کھڑے کے کھڑے رہ گئے، کہ رسول اللہؐ کو یہ تمام خبریں کس طرح سے ملی ہیں؟ مسجد میں موجود لوگوں میں سے کسی نے عبدالرحمٰنؓ کو دیکھ لیا اور بلند آواز میں کہنے لگا: "یہ دیکھو! عبدالرحمٰنؓ بن سمرہ واپس آگیا ہے، یہ موتہ کی مہم پر لشکر کے ساتھ گیا تھا، اس کو اندر آنے دو تاکہ یہ جنگ کا حال بیان کرے"۔ لوگ ہٹ گئے اور انہوں نے عبدالرحمٰنؓ کو اندر آنے کا راستہ دے دیا"۔

"وہ ندامت سے سر جھکائے ہوئے آگے بڑھے، رسول اللہؐ کو تعظیم دی اور شرمندگی سے بولے: "میں بھلا جنگ کا حال کیا بیان کروں گا؟ رسول اللہؐ نے جنگ کے سب حالات

اس طرح سنا دیے ہیں جس طرح یہ خود وہاں موجود تھے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جس طرح اللہ کے رسولؐ نے بیان فرمایا ہے سب کچھ اسی طرح سے ہوا تھا"۔

"اور بیٹا! یہ بہت مشہور واقعہ ہے اور اسی سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اکرمؐ کو غیب کا تمام علم حاصل ہوتا ہے۔ اسی لئے تو انہوں نے جنگ موتہ کا تمام حال لوگوں کو اس طرح بتادیا جیسے اپنے سامنے کی چیزوں کو دیکھا جاتا ہے"۔

"رسول مقبولؐ نے شہادت پانے والوں کی بہادری کی تعریف کی اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ اور سنو! رسول اللہؐ کی تو یہ مہربانی تھی کہ انہوں نے واپس آنے والوں کو شرمندہ نہیں کیا لیکن اس کے بعد یہ لوگ جس طرف سے بھی گزرتے تھے لوگ کہتے: "وہ دیکھو یہ وہ لوگ ہیں جو موت سے اپنی جانیں بچا کر بھاگ آئے ہیں"۔

"رسول اللہؐ حضرت جعفرؓ کے گھر تشریف لے گئے ان کے دونوں بیٹے عبداللہؓ اور محمدؓ دوڑ کر رسول اللہؐ کے پاس گئے۔ رسول اکرمؐ نے انہیں گود میں اٹھایا، پیار کیا، حضرت

جعفرؓ کی زوجہ اسماء بنت عمیسؓ نے پوچھا: "یارسول اللہؐ! سنا ہے کہ موتہ کی مہم میں جانے والوں کے بارے میں کچھ خبریں آئی ہیں؟ ہمیں بھی ان کی خیریت کے بارے میں بتائیے"۔

رسول اللہؐ نے افسردگی سے کہا: "اسماءؓ! خدا تمہیں صبر دے، موتہ والوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ ہمارے بھائی جعفرؓ نے تو ایسی شجاعت کا مظاہرہ کیا ہے کہ اس کے انعام میں اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسے درجات سے نوازا ہے جن پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں"۔

"رسول اللہؐ کی گفتگو سے حضرت اسماءؓ سمجھ گئیں کہ جناب جعفرؓ کو شہادت کا عظیم رتبہ حاصل ہوا ہے، ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور انہوں نے رسول اللہؐ سے پوچھا:

"یارسول اللہؐ! کیا میرے شوہر نے اپنا حق ادا کردیا ہے؟"

رسول اللہؐ نے فرمایا: "بیشک جعفرؓ نے اپنا حق ادا کیا ہے کہ اپنے بازوؤں کو قربان کردیا مگر اسلام کے پرچم کو گرنے نہیں دیا، اس نے کوئی زخم پشت پر نہیں کھایا اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں جنت میں دو پر عطا کیے ہیں جن سے وہ فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں"۔

یہ سن کر حضرت اسماءؓ کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔ انھوں نے اپنے آنسو پونچھ لئے اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے بولیں: ''میں کس زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں کہ اس نے میرے شوہر کی قربانی کو قبول کیا ہے اور اس کا اتنا اچھا بدلہ عنایت فرمایا ہے''۔

یارسول اللہؐ! میں آپؐ کی خدمت میں ایک درخواست پیش کرنا چاہتی ہوں۔

رسول مقبولؐ نے اجازت دی تو حضرت اسماءؓ نے کہا: ''یارسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ میرے شوہر کے اس اعزاز اور فضیلت کو مسجد میں سب مسلمانوں کے سامنے بھی بیان فرمادیں تاکہ یہ سب کو پتا چل جائے، لوگ اسے یاد رکھیں اور جعفرؓ کی اولاد اپنے باپ کے کارناموں پر فخر کرسکے''۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: ''تم ٹھیک کہہ رہی ہو، یہ جعفرؓ کا حق ہے اور ان کی اس فضیلت کی سب کو خبر ہونی چاہئے''۔

''اس کے بعد رسول اکرمؐ مسجد میں تشریف لے گئے اور سب مسلمانوں کو حضرت جعفرؓ کی اس فضیلت کے بارے میں

بتایا۔ اس کے بعد حضرت جعفرؓ کا لقب "طیار" ہو گیا اور ان
انہیں جعفر طیارؓ ہی کہا جاتا ہے"۔
"یہ اعلان کرنے کے بعد رسول اللہؐ گھر تشریف لائے
اور اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؑ سے فرمایا: "حضرت جعفرؓ
کے گھر پر تین دن تک کھانا بھجواؤ اور ان کی زوجہ اور بچوں کی
دلجوئی کرو کیونکہ وہ غمزدہ ہیں"۔
"حضرت فاطمۃ سلام اللہ علیہا نے ایسا ہی کیا۔ اس کے
بعد یہ سنت ہے کہ جس گھر میں کوئی خدانخواستہ فوت ہو
جائے یا وہ مصیبت زدہ ہوں ان کے یہاں تین دن تک کھانا
بھجوایا جاتا ہے۔
"مولا علیؑ نے اپنے ایک خط میں جو انہوں نے معاویہ کو
لکھا تھا، اپنے بھائی کی بہادری اور فضیلت پر فخر کیا ہے۔
حضرت جعفر طیارؓ کے بیٹے عبداللہ ابن جعفرؓ کے ساتھ
حضرت بی بی زینبؑ اور محمد ابن جعفرؓ کے ساتھ حضرت بی بی
ام کلثومؑ کی شادی ہوئی"۔
"دادی اماں! بہت شکریہ، یہ تو ہمیں آج آپ نے
بتایا ہے کہ کسی انسان کو اللہ تعالیٰ نے پر بھی عطا کیے ہیں"۔

اشتر نے کہا۔

"دادی اماں! ہمارے بھی پَر ہوں تو کتنا مزہ آئے؟" لیلٰی نے بڑے شوق سے کہا۔

"جناب پَر یونہی تو نہیں مل جاتے، اللہ کی راہ میں بازو کٹوانے پر یہ انعام ملتا ہے"۔ اشتر نے فوراً کہا۔

بیٹا! یہ بات تو ٹھیک ہے جو کوئی اللہ کی راہ میں قربانی دیتا ہے اللہ تعالٰی اسے اس کا انعام کئی گنا زیادہ عطا فرماتے ہیں، اچھے کاموں کا ہمیشہ اچھا بدلہ ملتا ہے اور کئی گنا زیادہ۔

موضوع "سیرت انبیاءؑ"

نشانیاں ---------- تیسرے دن

ایسا صبر ایسی وفا

جادو اور معجزہ ---------- خدا کی شان

دریا نے راستہ دیا

آگ کے بادل ---------- بادل کا ٹکڑا

سورج چاند ستارے

تین اجنبی ---------- آدم ثانی

غلیل اور غلہ

دوہری خوشی ---------- تخت ان کا

موضوع "اخلاق"

قلندر خان ---------- قاسم مچھیرا

قہرمان کے کارنامے (۲ حصے)

گڈریا اور دیو ---------- شیر اور لڑکا

جب ماں نے جان دے دی

چنڈال چوکڑی ---------- قطرے کی زبان

تم مجھ سے زیادہ اچھے

یتیم لڑکا (۳ حصے) ---------- قیدی اور پاگل

ہماری مطبوعات

- اسلام دینِ فطرت
- اسلام دینِ معاشرت
- اسلام دینِ معرفت
- اسلام دینِ حکمت
- فلسفۂ معجزہ
- فلسفۂ شہادت
- فلسفۂ ولایت
- فلسفۂ حجاب
- فلسفۂ احکام
- تاریخِ عاشورا
- گفتارِ عاشورا
- بنائے کربلا
- مرگِ گل رنگ
- مکتبِ اسلام
- مکتبِ رسولؐ
- مکتبِ تشیع
- آخری فتح
- انتظارِ امامؑ
- توضیح المسائل اردو
- توضیح المسائل فارسی
- شریعت کے احکام
- کتاب الدعاء والزیارات
- اعمالِ حج
- حکایات القرآن
- حیاتِ انسان کے چھ مرحلے
- مقالاتِ مطہری
- بُت شکن
- مردِ انقلاب
- ہار جیت
- آلِ محمدؐ کا دیوانہ - بہلولِ دانا
- فزت و ربّ الکعبۃ
- سخن
- ابوطالب - مظلومِ تاریخ
- تفسیر سورۃ حمد
- شرحِ قرآن
- سیر و سلوک
- یسّرنا القرآن
- غدیر کی برکتیں
- تعلیماتِ اسلامی
- پاسدارانِ اسلام
- دعائے خلیل، نویدِ مسیحا
- انسانِ کامل

نیز بچوں کے لیے دل چسپ مذہبی کہانیاں بھی دستیاب ہیں!

اردو اور انگریزی مطبوعات کی مکمل فہرست تمام بک اسٹالوں پر دستیاب ہے طلب فرمائیے

جامعہ تعلیماتِ اسلامی پاکستان